بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۳۲ | ۲۸ ماہ ہجرت ۱۳۲۳ ہش | ۵ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ | ۲۸ مئی ۱۹۴۴ء | نمبر ۱۲۴

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۷ ماہ ہجرت - آج پونے دس بجے صبح کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے - کہ حضور امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی طبیعت بوجہ نزلہ ناساز ہے - اور کمزوری بھی ہے احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں ؛

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کو نزلہ اور سردرد کی شکایت ہے - شام کے وقت بخار بھی ہوجاتا ہے - احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں۔

کل بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں اطفال الاحمدیہ کا "شمائل احمدؐ" کا امتحان لیا گیا - جس میں ۱۲۸ بچے اور ایک بچی شریک ہوئی ---- آج اور کل یعنی ۲۷ - ۲۸ مئی کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی پر نیوی کی ہیر لائن کی بھرتی ہوگی - امیدوار ان ایام میں پیش ہوسکتے ہیں۔

خطبہ جمعہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۹ ماہ ہجرت ۱۳۲۳ ہش مطابق ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء

(مرتبہ شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آئندہ تحریک جدید میں شامل ہونیوالوں کیلئے شرائط

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :-

یہ

تحریک جدید کا دسواں سال

ہے - اور پہلی سکیم کے مطابق یہ گویا اس کے پہلے دَور کا آخری سال ہے - جس کے معنے یہ بنتے ہیں - کہ آئندہ تحریک جدید میں اگر کوئی حصہ لینا چاہے - تو اس کے لئے کوئی معین صورت ہونی چاہیئے - اور قواعد ہونے چاہئیں - تا اگر کوئی آئندہ اس میں شامل ہونا چاہے - تو معلوم کرسکے - کہ وہ کس طرح شامل ہوسکتا ہے - کیونکہ اس کا

پہلا دَور

تو ختم ہوچکا ہے - پہلے اس تحریک میں چندوں کے وعدوں کی آخری تاریخ ۳۰ اپریل رکھی ہوئی تھی - ہندوستان کے ان علاقوں کے لئے جہاں کی زبان اُردو نہیں ہے - اور فروری کا پہلا ہفتہ آخری تاریخ تھی ہندوستان کے ان علاقوں کیلئے جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے - اس لئے اب کوئی شخص اس میں ان قواعد کے لحاظ سے تو شامل نہیں ہوسکتا - اور ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں

آئندہ اس میں شامل ہونے کی خواہش

پیدا ہو - ایک سکیم کا فیصلہ کیا ہے - اور آج میں اس کا اعلان کرتا ہوں - تا وہ لوگ جو اب تک شامل نہیں ہوسکے - اگر اب اُن کے دل میں شوق پیدا ہو - تو وہ اس میں حصہ لے سکیں - شروع زمانہ میں یہ ایک اکٹھا کام تھا - اس لئے ایک وقت مقرر کر دیا جاتا تھا - کہ جو لوگ اس میں شامل ہونا چاہیں - وہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک وعدے کرسکتے ہیں - لیکن اب سوال یہ ہے - کہ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اس میں حصہ لینا چاہے - تو کس طرح لے سکتا ہے - اس میں شک نہیں - کہ سلسلہ کی اشاعت کے لئے

ایک مستقل فنڈ کا قیام

ایک ایسی بات ہے - کہ جس میں حصہ لینے کی خواہش ہمیشہ ہی دلوں میں پیدا ہوتی رہے گی - اس لئے ایسے لوگوں کے شامل ہونے کی بھی کوئی صورت ضرور ہونی چاہیئے - جو لوگ اس تحریک کی ابتداء میں اس میں شامل ہوئے جبکہ اس کی ایسی شکل نہ تھی - جو لوگوں کے لئے

دلکشی کا موجب

ہو - اور اُس وقت شامل ہوئے - جب ذہنوں میں یہ بات نہ تھی - کہ اس تحریک کو خدا تعالےٰ اسلام کی اشاعت و ترقی کے لئے ایک مستقل فنڈ کی صورت دے دیگا - اور جب یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس میں شامل ہوکر انہیں کتنی قربانیاں کرنی پڑیں گی - اور اُس وقت اس میں شامل ہوئے - جب جماعت نازک دَور میں سے گذر رہی تھی - اور دشمن حملہ کرکے اس سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے مٹا دینا چاہتا تھا - وہ دوسروں سے ممتاز ہیں - اور

ممتاز ہونے کا حق

رکھتے ہیں - مگر بعد میں آنے والی نسلیں اور بعد میں جوان ہونے والے یا بعد میں حصہ لینے کے قابل ہونے والے لوگ بھی اگر اپنے دل میں شوق محسوس کریں - تو ان کے لئے بھی کوئی صورت ضرور ہونی چاہیئے - پہلے کوئی پابندی نہ تھی -

صرف یہی شرط تھی

کہ پانچ روپیہ سے کم چندہ نہ دیا جائے - اور تاریخ مقررہ کے اندر اندر وعدے کر دئے جائیں - بعض لوگ ایسے بھی تھے - کہ ان کی آمد زائد تھی - مگر چندہ وہ صرف پانچ روپیہ لکھواتے تھے - مگر ہم اُن پر اعتراض نہ کرسکتے تھے - کیونکہ ان کا ایسا کرنا

اعلان کردہ شرائط کے مطابق

تھا - جہاں بعض لوگ ایسے بھی تھے - کہ جن کی تنخواہیں سو سوا سو سے زیادہ نہ تھیں مگر وہ ہر سال دو اڑھائی سو روپیہ چندہ دے دیتے تھے - ہاں ایسے بھی تھے - کہ جن کی تنخواہیں تو پانچ سو یا ہزار روپیہ ماہوار تھیں - مگر چندہ وہ کم دیتے تھے یا تاجر وغیرہ تھے - جن کی آمد تو کئی سو روپیہ ماہوار تھی - مگر چندہ کم ہوتا تھا - اور یہ دونوں قسم کے لوگ اس تحریک میں شامل تھے - اور چونکہ کوئی معیار نہ تھا - اس لئے اپنی آمد کی نسبت سے بہت ہی کم چندہ دینے والوں پر بھی ہم کوئی اعتراض نہ کرسکتے تھے - کیونکہ ان کا ایسا کرنا قواعد کے مطابق تھا - کیونکہ

قاعدہ یہی تھا

کہ ہر شخص پانچ روپیہ یا اس سے زیادہ دے کر شامل ہوسکتا ہے - اور السابقون میں وہ لوگ شمار ہوتے تھے - جو ہر سال پہلے سال سے بڑھا کر دیتے - خواہ زیادتی ایک پیسہ یا ایک آنہ کی ہی ہو - مگر

وہ زمانہ گذر گیا

اور السابقون نے اپنا حق قائم کرلیا - آئندہ اگر کوئی شخص شامل ہونا چاہے - تو اس کے لئے ضروری ہوگا - کہ اس کا

ایک سال کا چندہ ایک ماہ کی آمد کے برابر

ہو - یعنی اگر کسی شخص کی تنخواہ سو روپیہ ماہوار ہے - تو جب تک وہ ایک سال میں ایک سو

بھائی عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور دفتر الفضل قادیان سے شائع کیا -

ایڈیٹر :- غلام نبی

روپیہ چندہ نہ دے وہ شامل نہ ہو سکے گا اسی طرح جس کی آمد ایک ہزار روپیہ ماہوار ہے۔ وہ اگر شامل ہونا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک سال میں ایک ہزار روپیہ چندہ دے۔

دوسری شرط

یہ ہوگی۔ کہ آئندہ شامل ہونے والوں کو بجائے دس سال کے انیس سال چندہ دینا ہوگا۔ اور ہر سال پہلے سال سے اتنی زیادتی کرنی ہوگی جتنی کہ آمد میں زیادتی ہوگی۔ مثلاً ایک شخص کی آمد سو روپیہ ماہوار ہے۔ اور اس نے پہلے سال سو روپیہ دے دیا۔ اگلے سال اس کی آمد ڈیڑھ سو روپیہ ہوگئی۔ تو اسے دوسرے سال ڈیڑھ سو روپیہ چندہ دینا ہوگا۔ ہاں اگر اس کی آمد میں کوئی بھی ترقی نہ ہو۔ تو پھر دوسرے سال اسے

کچھ نہ کچھ زیادتی

کرنی ہوگی۔ اضافہ بہرحال کرنا ضروری ہوگا۔ اور وہ اضافہ اتنا ہوگا۔ جتنا وہ پسند کرے اگر اس نے پہلے سال سو روپیہ دیا۔ اور اگلے سال اس کی آمد میں اضافہ نہیں ہوا۔ تو وہ خواہ سو روپیہ ایک آنہ یا سو روپیہ ایک پیسہ دے دے۔ یا جتنی زیادتی وہ چاہے کرتا جائے۔ اس صورت میں زیادتی اس کی اپنی مرضی سے ہوگی۔ لیکن اگر آمد میں زیادتی ہو۔ تو اس سال کے چندہ میں زیادتی آمد میں زیادتی کے برابر ہوگی۔ اور اس طرح

دس سال تک زیادتی

کرنی ہوگی۔ گیارھویں سال میں وہ پھر نویں سال کے برابر چندہ دے گا۔ بارھویں سال آٹھویں سال کے برابر۔ تیرھویں سال ساتویں سال کے برابر۔ چودھویں سال چھٹے سال کے برابر۔ پندرھویں سال پانچویں سال کے برابر۔ سولھویں سال چوتھے سال کے برابر۔ سترھویں سال تیسرے سال کے برابر اٹھارھویں سال دوسرے سال کے برابر اور انیسویں سال پہلے سال کے برابر چندہ دینا ضروری ہوگا۔

سوائے اس کے کہ کوئی فوت ہو جائے جس طرح پہلے دور میں یہ شرط تھی۔ کہ اگر کوئی پہلے سال میں شامل ہوا۔ اور پھر فوت ہو گیا

ہو گیا۔ تو اسے آخر تک شامل ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی نیت سے شامل ہوا تھا۔ کہ آخر تک شامل رہے گا۔ اسی طرح اس دور میں ہوگا۔ کہ جو شخص ایک سال یا چند سال شامل ہونے کے بعد فوت ہو جائے۔ تو اس کا

شمار آخر تک شامل ہونے والوں میں

ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کی پنشن ہو جائے۔ تو اس کی آمد کے لحاظ سے ہی اس سے چندہ لیا جائیگا۔ جس کی آمد سو روپیہ ماہوار تھی۔ اور اس سے سو روپیہ چندہ لیا جاتا تھا۔ پنشن ہونے کی صورت میں چونکہ اس کی آمد پچاس روپیہ ماہوار ہو جائیگی۔ اس لئے اس سے چندہ بھی اتنا ہی لیا جائیگا۔ اور یہ کمی کمی شمار نہ ہوگی۔ بلکہ قواعد کے مطابق ہی سمجھی جائے گی۔

تیسری شرط

یہ ہوگی۔ کہ اگر کسی کی آمد کا ذریعہ بند ہو جائے یا ملازمت سے کوئی علیحدہ ہو جائے۔ تو اس کا فرض ہوگا۔ کہ اپنا معاملہ فردی طور پر تحریک جدید کے دفتر کے سامنے پیش کرے۔ اور دفتر اس کے متعلق فیصلہ کریگا۔ پس اگر کسی کی ملازمت جاتی رہے یا تجارت میں نقصان ہو جائے۔ یا کسی کے پاس پہلے زمین تھی۔ اور اب وہ اس کے قبضہ میں نہ رہے۔ تو وہ اپنا معاملہ دفتر تحریک جدید میں پیش کرے گا۔ پھر اس کی موجودہ حالت کے مطابق اس کے لئے چندہ مقرر کر دیا جائے گا۔ یہ وہ شرائط ہیں جن کی پابندی آئندہ شامل ہونے والوں کے لئے ضروری ہوگی۔ پس اب اگر کوئی شخص اس تحریک میں حصہ لینے کی خواہش کرے۔ تو دفتر اسے لکھ دے۔ کہ ان

شرائط کی پابندی لازمی ہوگی

سوائے اس کے کہ کوئی فوت ہو جائے۔ یا بیمار ہو جائے۔ مثلاً مفلوج ہو جائے یا دماغ میں نقص پیدا ہو جائے۔ اور اس کی آمد بالکل جاتی رہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق یہی سمجھا جائے گا۔ کہ وہ قواعد کے مطابق اس تحریک میں حصہ لینے والے ہیں۔ خواہ یہ حالت ایک ہی سال حصہ لینے کے بعد پیدا ہو جائے۔ یا چند سال کے بعد

انتظام ملاقات سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی اہم دینی مصروفیات کے پیش نظر اور احباب کی سہولت کے لئے انتظام ملاقات کے متعلق مندرجہ ذیل اعلان کیا جاتا ہے:۔

(۱) جمعہ کے دن بوجہ تیاری جمعہ ملاقات نہیں ہوا کرتی

(۲) ملاقات کے لئے نام پیش ہونے کا وقت آجکل ½۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک ہے۔ اس کے بعد تشریف لانے والے اصحاب دوسرے دن کا انتظار فرمائیں

(۳) صرف "دعا و ملاقات" کے لئے علیحدگی میں وقت کا مطالبہ مناسب نہیں بلکہ مسجد میں نمازوں کے اوقات کے بعد کا موقعہ اس کے لئے موزوں ہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دستور تھا۔

(۴) ملاقات صرف ان امور کے لئے کرنی چاہیئے۔ جن کے بغیر چارہ نہ ہو دفتری امور کے متعلق ان اداروں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے قائم فرمائے ہوئے ہیں:۔

(۵) تمام ملاقاتیں (جو دفتری نہ ہوں) نماز ظہر کے بعد نہیں ہو سکتیں۔

خاکسار۔ عبدالرحیم درد پرائیویٹ سکرٹری

غربا کے لئے غلہ ـــــ اور ـــــ مخلصین جماعت

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ:۔

احباب جماعت کو فوری طور پر غرباء کے لئے غلہ کی تحریک میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس سال کے متعلق اندازہ یہ ہے۔ کہ کم از کم دو ہزار من غلہ فراہم کرنا ضروری ہے۔ گذشتہ سالوں میں مخلصین جماعت جس سرگرمی سے اس تحریک میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس سے توقع ہے۔ کہ اس سال بھی پوری کوشش کریں گے۔ چونکہ غلہ خریدنے کا یہ موقع ہے۔ اس لئے جس قدر جلدی احباب اس فنڈ میں روپیہ بھیجیں گے۔ اسی قدر زیادہ آسانی اور سہولت کے علاوہ فائدہ بھی رہے گا:۔ (پرائیویٹ سکرٹری)

کامل ایمان پیدا کرنیوالے ضروری امور

۲

اس کے بعد میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ کہ

ہر کام سے پہلے کچھ تیاریوں کی ضرورت

ہوا کرتی ہے۔ کچھ تیاریاں مادی ہوتی ہیں۔ یعنی سامان وغیرہ فراہم کرنے کے متعلق۔ مثلاً چندہ وغیرہ جمع کرنا اور کچھ تیاریاں روحانی اور اخلاقی اصلاح اور اندرونی حالت کی درستی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ماحول کی درستی سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ تیاری مکمل نہ ہو۔ حقیقی کامیابی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اس تیاری کی تکمیل کے لئے

سب سے ضروری چیز

اللہ تعالےٰ پر ایمان۔ رسولوں پر ایمان اللہ تعالےٰ کے کلام پر ایمان۔ اللہ تعالےٰ کی قدرتوں اور اس کی صفات پر ایمان دعاؤں کی قبولیت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ قضاء و قدر پر ایمان اور بعث بعد الموت پر ایمان ہوتا ہے۔ اور جب تک

کامل ایمان

پیدا نہ ہو کوئی قربانی نہیں کی جا سکتی۔ جب انسان کو یہ کامل یقین ہو۔ کہ وہ جس راستہ پر چل رہا ہے۔ وہ

کامیابی کا راستہ

ہے بربادی اور تباہی کا نہیں۔ تو پھر قربانی کی راہ میں کوئی روک نہیں رہتی۔ وہ سمجھ لیتا ہے۔ کہ اس کی موت اسے حیات بخشے گی۔ اس کا یا اس کی اولاد کا قتل ہو جانا اسے اور اس کے خاندان کو زندہ کر دیگا۔ اور رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدائی ہی

حقیقی وصال

کا موجب ہوگی۔ پھر وہ کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ صحابہ کرام کو دیکھ لو چونکہ ان کے اندر حقیقی ایمان پیدا ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کے نزدیک

موت وحیات برابر

تھے۔ وطن کو چھوڑ دینا اور عزیزوں سے جدائی اختیار کر لینا ان کے لئے کوئی بڑی بات نہ تھی۔ خدا تعالےٰ کی راہ میں انہیں نہ اپنی موت کی پرواہ تھی۔ اور نہ اپنے رشتہ داروں کی۔ نہ انہیں اپنے وطن چھوڑنے کا خوف تھا۔ اور نہ رشتہ داروں سے جدائی کا۔ ان کے سامنے صرف ایک ہی بات تھی۔ اور وہ

خدا تعالےٰ کی رضا

تھی۔ اس کے لئے وہ سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا واقعہ میں نے کئی بار سنایا ہے۔ ایک دفعہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کے لڑکے عبدالرحمٰن بھی تھے۔ اور باتیں ہو رہی تھیں۔ عبدالرحمٰن بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔ اور بدر کی جنگ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ

بدر کی جنگ میں

آپ ایک موقعہ پر جوش میں بہت آگے نکل گئے۔ میں ایک پتھر کی اوٹ میں اس تاک میں بیٹھا تھا۔ کہ یہ مسلمان جب واپس آئے گا۔ تو اس پر حملہ کر کے قتل کر دونگا جب آپ قریب ہوئے۔ تو میں حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ مگر جب دیکھا۔ کہ آپ ہیں تو پیچھے ہٹ گیا۔ اور میں نے خیال کیا کہ مجھے اپنے باپ کو نہ مارنا چاہیئے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضؓ نے بے ساختہ کہا کہ عبدالرحمٰن اللہ تعالےٰ نے تمہیں ایمان نصیب کرنا تھا۔ اس لئے میں نے تمہیں نہ دیکھا۔ خدا کی قسم اگر میں تمہیں دیکھ لیتا۔ تو ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔ دیکھو

دونوں دشمن کی صفوں سے

آئے تھے۔ ایک یہ سمجھ کر جان دینے کے لئے میدان میں آیا تھا۔ کہ اسلام جھوٹا ہے۔ اور دوسرا یہ سمجھ کر آیا تھا۔ کہ کفر جھوٹا ہے۔ وہ بھی اس نیت سے آیا تھا۔ کہ اپنے مدمقابل کو شکست دینی ہے۔ اور وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا۔ مگر فرق یہ تھا۔ کہ کفر موقعہ آنے پر پدری محبت سے مغلوب ہو گیا۔ مگر اسلام نے بھائی کے دل سے بھائی کی باپ کے دل سے بیٹے کی۔ بیٹے کے دل سے باپ کی۔ خاوند کے دل سے بیوی کی اور بیوی کے دل سے خاوند کی محبت کو سرد کر دیا تھا۔ وہ صرف یہی سمجھتے تھے۔ کہ جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف تلوار اٹھا کر میدان میں آیا ہے۔ وہ نہ ہمارا باپ ہے اور نہ بیٹا۔ نہ بھائی ہے نہ کوئی اور رشتہ دار یہی بات تھی جس نے ان کو

ہر چیز سے بے نیاز کر دیا

تھا۔ انہیں یقین تھا کہ خدا ہے۔ اور اگر ہم اس کے لئے قربانی کریں۔ تو اس کی محبت حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ اس نیت سے اپنے گھروں سے نکلے تھے۔ کہ خدا تعالےٰ کی محبت حاصل کرنی ہے۔ اور اس راہ میں کوئی روک ان کے رستہ میں حائل نہ ہو سکتی تھی۔ اسی سلسلہ میں

عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے کا واقعہ

ہے۔ ایک دفعہ بعض انصار اور مہاجرین میں کچھ جھگڑا ہو گیا۔ تو عبداللہ بن ابی نے جو منافق تھا انصار کو جوش دلانے کے لئے کہا کہ لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منہا الاذل یعنی جب ہم مدینہ پہونچیں گے۔ تو سب سے زیادہ معزز انسان (یعنی وہ خبیث خود) سب سے زیادہ ذلیل انسان (یعنی نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مدینہ سے نکال دیگا۔ یہ بات صحابہ کرام میں پھیلی تو عبداللہ بن ابی کا لڑکا جو مخلص مسلمان تھا رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ میرے باپ نے ایسی بات کہی ہے۔ جس کی سزا قتل کے سوا کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اس نے آپ کی ہتک کی ہے۔ اور اس کی سزا قتل ہے۔ اور میں ایک درخواست لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اس کے قتل کا حکم کسی اور کو دینے کے بجائے مجھے دیں۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کسی وقت ایمان کی کمزوری کی حالت میں اپنے باپ کا قاتل سمجھ کر میں کسی مسلمان پر حملہ کر دوں۔ پس آپ

میرے باپ کے قتل کا حکم مجھے دیں

تا کسی مسلمان کا بغض میرے دل میں پیدا نہ ہو پس صحابہ نے بیٹوں۔ باپوں۔ بھائیوں۔ بیویوں اور خاوندوں وغیرہ سب کی محبت کو دلوں سے نکال دیا تھا۔ ان کے قلوب میں صرف خدا تعالےٰ کی محبت رہ گئی تھی۔ یا خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں تھی۔ اور یہ مثالیں تو مردوں کی محبت کی تھیں۔

عورتوں کی محبت

بھی کم نہ تھی۔ احد کی جنگ کے موقعہ پر جب یہ خبر مدینہ میں مشہور ہوئی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اور مسلمانوں کا لشکر تتر بتر ہو گیا ہے۔ تو یہ ایک ایسی خبر تھی۔ کہ اس قسم کی خبر کو سنکر

ہمارے ملک کی عورتیں

اور بچے تو گاؤں چھوڑ کر بھاگ جائیں مگر مسلمان عورتیں اور بچے اس خبر کو سنکر بجائے اس کے کہ مدینہ سے بھاگتے۔ اکٹھے ہو کر احد کیطرف چل پڑے۔ حدیثیں اس بارہ میں خاموش ہیں۔ کہ وہ کیوں احد کی طرف چلے۔ مگر عقل بتاتی ہے کہ ان کی ایک ہی غرض [illegible] تھی۔ اور یہ کہ وہ سمجھتے تھے۔ اگر واقعی مسلمانوں کا لشکر تتر بتر ہو چکا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہید ہو چکے ہیں۔ تو ہم وہاں جا کر آپ کے جسم اطہر کی حفاظت کریں۔ اس کے سوا ان کی اور کوئی غرض نہ ہو سکتی تھی۔ بعد میں معلوم ہو گیا۔ کہ یہ خبر غلط تھی۔ یہ ہجوم تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ اسلامی لشکر واپس آ رہا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ لوگوں کو آگے بھیجا تھا۔ کہ جلد پہنچ کر مدینہ میں اطلاع دیں۔ تا وہاں جو لوگ ہیں ان کی پریشانی دور ہو وہ ہجوم احد کی طرف جا رہا تھا۔ کہ تھوڑے ہی فاصلہ پر

ایک مسلمان سوار

واپس آتا ہوا ملا۔ اس نے عورتوں اور بچوں کے اس ہجوم کو دیکھا۔ تو ایک عورت کو ان میں سے پہچانا۔ وہ عورت آگے بڑھی۔ اور اس سپاہی سے کہا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا حال ہے۔ وہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خیریت سے دیکھ کر آیا تھا اس کا دل مطمئن تھا۔ اسنے اس عورت سے کہا

تعلیم الاسلام کالج قادیان

شہروں کی گندی فضا کالجوں کا مسموم ماحول۔ مادیت کا طوفان ماں باپ یعنی حقیقی بہی خواہوں سے دوری اور سچے دوستوں کا فقدان ہمارے نوجوان طلباء کی "روح فطرت" کو اگر مار نہیں دیتا تو کچل ضرور دیتا ہے۔ مگر آپ کے بچہ کے لئے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ اس مسموم اور مذموم فضا میں تعلیم حاصل کرے۔ تربیت پائے۔ آپ اپنے بچہ کو تعلیم الاسلام کالج قادیان میں بھیجیں۔ وہاں اسے سچے دوست اور حقیقی خیر خواہ ملیں گے۔ اس کے فطرتی قویٰ نشوونما پائیں گے۔ اس کے ذہن میں جلا پیدا ہوگی۔ اس کے اخلاق دنیا کے لئے ایک نمونہ بنیں گے اور اس کا صحیح راہوں پر ترقی یافتہ دماغ دنیا کی مصیبتوں کو دور کرنے والا ثابت ہوگا۔ وباللہ التوفیق

خاکسار۔ مرزا ناصر احمد پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان

عورت نے کے سوال کا تو کوئی جواب نہ دیا بلکہ اُسے کہا۔ کہ بہن افسوس ہے۔ تمہارا باپ شہید ہو گیا۔ یہ سُن کر اس عورت نے کوئی جزع فزع نہ کی۔ بلکہ پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس پر بھی چونکہ اُس شخص کے دل میں اطمینان تھا۔ اس نے کہا۔ کہ افسوس تمہارا خاوند بھی مارا گیا۔ مگر اس عورت نے پھر اس بات کی کوئی پروانہ کی۔ اور پوچھا۔ کہ میں جو پوچھ رہی ہوں۔ وہ بات مجھے بتاؤ۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا حال ہے۔ اس نے پھر بھی اس سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا۔ کہ تمہارا بھائی بھی مارا گیا ہے۔ یہ سُنکر بھی اُس عورت نے یہی کہا۔ کہ میں نے نہ باپ کا پوچھا ہے۔ نہ بھائی کا اور نہ خاوند کا۔ میں تو یہ پوچھ رہی ہوں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا حال ہے تب اس کی آنکھیں کھلیں۔ اور اس نے دل میں کہا۔ کہ یہ

عورتیں اپنے اخلاص میں ہم مردوں سے کم نہیں

ہیں۔ اور اس نے کہا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خیریت سے ہیں۔ یہ سُنکر اُس نے کہا۔ الحمد للہ اگر آپ خیریت سے ہیں۔ تو مجھے کوئی پروا نہیں۔ کہ میرا باپ۔ بھائی اور خاوند مارے گئے۔ تو یہ اخلاص اُن کے اندر کس چیز نے پیدا کیا تھا۔ یہ ایمان ہی کا نتیجہ تھا۔ اُن کو خدا تعالےٰ پر اور اس کے کلام پر بے انتہا یقین تھا۔ شبہ کی حالت نہ تھی۔

شبہ کی حالت میں

انسان اس قدر قربانی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کبھی وہ خیال کرتا ہے۔ کہ شاید یہ بات صحیح ہو۔ اور کبھی خیال کرتا ہے۔ شاید صحیح نہ ہو۔ مگر وہ لوگ یقین کامل کے مقام پر تھے۔

موت کے بعد کی زندگی

پر بھی انہیں کامل یقین تھا۔ اور وہ خدا تعالےٰ سے ملنے کے لئے بیتاب رہتے تھے۔ اور دین کی راہ میں مرنا بہت بڑی نعمت یقین کرتے تھے۔ ضرار بن ازور ایک بہت بڑے جرنیل اور بہادر سپاہی تھے۔ ایک جنگ کے موقعہ پر کفار کے ایک پہلوان نے مسلمانوں کے بہت سے سپاہی مار دئے۔ آخر

حضرت ضرار

اس کے مقابل پر بھیجے گئے۔ آپ اس کے سامنے ہوئے۔ تو معاً واپس دوڑ پڑے۔ اور اپنے لشکر میں پہنچ کر سیدھے اپنے خیمہ میں گھس گئے۔ یہ دیکھ کر تمام مسلمانوں میں ہراس پھیل گیا۔ اور اسلامی کمانڈر بھی بہت حیران ہوا۔ کہ یہ کیا ہُوا۔ اُس نے کسی آدمی کو حکم دیا۔ کہ ضرار سے پوچھو کیا بات ہے۔ وہ پوچھنے گیا۔ تو ضرار اُس وقت خیمہ سے باہر آ چکے تھے۔ اُس نے پوچھا۔ تو ضرار نے جواب دیا۔ کہ میرے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے میں میدان سے بھاگا نہیں۔ میں جب اس کے مقابل پر ہوا۔ تو اس وقت میں نے زرہ پہنی ہوئی تھی۔ میرے نفس نے کہا۔ کہ کیا یہ زرہ تُو نے اس لئے پہن رکھی ہے۔ کہ اس کافر کے ہاتھ سے مارا نہ جاؤں۔ کیا تو خدا تعالےٰ سے ملنے میں خوف محسوس کرتا ہے۔ اس پر میں نے سوچا۔ کہ اگر میں مارا گیا۔ تو خدا تعالےٰ کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ کہ میں زرہ کی مدد سے تیرے سامنے آنے سے بچنا چاہتا تھا۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔ کہ زرہ اُتار دوں۔ اب میں ننگے بدن اس کے مقابل پر جاتا ہوں۔ اسے میں نے اس لئے اتار دیا ہے۔ تا

میرے اور میرے خدا کے درمیان

کوئی روک نہ ہو۔ یہ یقین اور وثوق جب کسی قوم میں پیدا ہو۔ تو تبھی وہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتی ہے۔ ایسا یقین حاصل ہونے کے بعد کوئی قوم مرنے سے نہیں ڈر سکتی۔ اور جو قوم مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اُسے کوئی مار نہیں سکتا۔ جو لوگ خود اپنے لئے موت قبول کر لیتے ہیں۔ فرشتے انکو زندہ کرنے کے لئے آتے ہیں۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

ہر موت کے بعد زندگی

ہوتی ہے۔ اور اس لئے جو خود اپنے لئے موت وارد کرے۔ اُسے ہزاروں جانیں مل جاتی ہیں۔ ایسی قوم کا اگر ایک فرد مارا جاتا ہے۔ تو ہزار اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پس سب سے بڑی بات تو یہ ہے۔ کہ ایسا ایمان اور یقین پیدا کرو۔ اور اس کے پیدا کرنیکا واحد ذریعہ یہ ہے۔ کہ

خدا تعالےٰ کے کلام یعنی

قرآن مجید کو بار بار پڑھو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو بار بار پڑھو۔ خدا تعالےٰ کا تازہ کلام انسان کے ایمان میں تازگی بخشتا ہے۔ قرآن کریم ایسی کتاب نہیں۔ جو کسی زمانہ میں بھی پرانی ہو جائے۔ یہ ہمیشہ ہی تازہ ہے۔ اس میں آج بھی ویسے ہی معارف ہیں جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے۔ اور ہمیشہ یہ خزانہ اسی طرح رہیگا۔ اسکی عبارتوں کا آپس میں جوڑ۔ الفاظ کی ترتیب اور اسکی سورتوں کا آگے پیچھے ہونا سب کچھ معجزہ ہے۔ اور اس لئے اسے جب بھی پڑھا جائے یہ ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔ پھر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات

ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالےٰ کا تازہ کلام اور اس لحاظ سے ایمان کو تازہ کرنیوالے ہیں۔ انکو ہر زمانہ میں پڑھنے والا دیکھتا ہے۔ کہ فلاں الہام اس کے اپنے گھر میں یا ہمسایہ میں یا محلہ یا شہر میں یا ملک میں یا کسی اور ملک میں پورا ہو رہا ہے۔ اور اس سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔

زندہ ایمان بخشنے کا ذریعہ

اللہ تعالیٰ کے تازہ کلام کے سوا اور کوئی نہیں۔ پس ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا تازہ کلام پڑھتے رہو۔ اور اس بات کو مدنظر رکھو۔ کہ خدا تعالیٰ کا نازل کیا ہوا تازہ کلام قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم ایسا کلام ہے۔ جو کبھی بھی باسی نہیں ہو سکتا۔ پھر اسکے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات ہیں۔ اس کے بعد

کئی ایسی باتیں

ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے مجھے قبل از وقت بتائیں۔ اور پھر وہ اُسی طرح کہ جس طرح کہ اللہ تعالےٰ نے بتایا تھا۔ پوری ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیاں بھی میرے ذریعہ پوری ہوئی ہیں۔ اور یہ بھی ایک ہوشمند انسان کے ایمان کو بڑھانے کا موجب ہیں۔ پس میں دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ سب سے پہلے اپنے ایمانوں کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔

قومی ترقی حاصل کرنے کیلئے تین ضروری چیزیں

اس کے بعد

تین چیزیں

ہیں۔ جب تک وہ جماعت میں قومی طور پر پیدا نہ ہو جائیں۔ قومی ترقی ممکن نہیں۔ فردی ترقی تو ہو سکے گی۔ مگر قومی نہ ہوگی۔ ان میں سے پہلی چیز

سچ بولنا

ہے۔ میں نے بار بار دوستوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ جب تک قوم میں سچ بولنے کی عادت پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت تک ترقی ممکن نہیں۔ سچ میں بہت فوائد ہیں۔ یہ

خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک نعمت

ہے۔ خدا تعالےٰ کا اپنا نام حق ہے۔ لوگ اپنے لڑکوں کے نام عبدالحق۔ عطاء الحق وغیرہ خدا تعالےٰ کے اسی نام پر رکھتے ہیں۔ یعنی حق کا بندہ۔ حق کی عطاء۔ پس جو سچ کو چھوڑتا ہے۔ وہ خدا کو چھوڑتا ہے۔ یورپ کی قوموں کو گو ہم سچا نہیں سمجھتے۔ مگر ان میں یہ صفت ہے۔ کہ مقدمات کے وقت ہر شخص کوشش کرتا ہے۔ کہ سچ بولے۔ مگر یہاں سچ بولنے والا بھی کوشش کرتا ہے۔ کہ کچھ نہ کچھ جھوٹ ضرور بولے۔ یورپ کے مجرم جھوٹ بولتے ہیں مگر کم سے کم۔ جتنا وہ اپنے آپ کو بچانے کے لئے ضروری سمجھتے ہوں۔ مگر یہاں

بلا وجہ جھوٹ بولا جاتا ہے

پھر اگر کسی کے دوست پر کوئی الزام آتا ہو۔ تو اُسکو بچانے کیلئے بھی جھوٹ بول دیتے ہیں اور یہ کوئی نہیں سوچتا۔ کہ میں نے اپنی قبر میں جانا ہے۔ اور میرے دوست نے اپنی قبر میں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ سچ بولو۔ خواہ وہ تمہارے اپنے نفس کے خلاف ہو۔ خواہ ماں باپ اور بچوں کے خلاف ہو۔ خواہ بھائی کے خلاف ہو۔ ہمیشہ دلیری کے ساتھ

سچی گواہی دو

ہماری جماعت میں

ایک آدمی

ہے جو بظاہر نیک ہے وہ سلسلہ کا کام بھی خوب کرتا ہے۔ ممکن ہے اب اسکی اصلاح ہو گئی ہو۔ میں نے ایک دفعہ اس سے سچی بات معلوم کرنے کیلئے آدھ گھنٹہ تک اس پر سوالات کئے مگر اس نے سچی بات نہ بتائی۔ جب میں اُسے پوچھتا۔ کہ فلاں وقت فلاں آدمی وہاں تھا؟

تو وہ جواب دیتا کہ میرا منہ اسوقت فلاں طرف تھا۔ آخر آدھ گھنٹہ کی کوشش کے بعد میں نے اسے کہا۔ کہ آپ سے سچ نکالنے میں مجھے بڑی دقت پیش آئی ہے۔ تو وہ مبلغ بھی ہے۔ سلسلہ کا کام بھی کرتا ہے۔ (آنریری طور پر ورنہ کارکن نہیں ہے) مگر سچ بولنا گویا اس کے لئے موت تھا۔ میں نے دیکھا ہے۔ جب بھی کسی سے گواہی لینے کا موقعہ ملا۔ وہ سیدھی بات کرنے کے بجائے ضرور

ایچا پیچی سے کام

لیتا ہے۔ ساری عمر میں میں نے ایک شخص سے

مرعوب کردینے والا سچ

سنا ہے۔ یہ بہت ہی تھوڑی مثال ہے۔ مگر سچ بھی بڑا شاندار ہے۔ اس سے بہت بڑا جرم سرزد ہوا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہ گستاخ تھا اور یہ بھی نہیں کہ مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بلایا۔ اور پوچھا کہ آپ نے یُوں کیا ہے۔ اسکے اس جرم کا کوئی ثبوت نہ تھا۔ کوئی گواہی اسکے خلاف نہ تھی۔ مگر جونہی مَیں نے اس سے سوال کیا۔ اس کے چہرہ پر سرخی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے سر نیچے ڈال دیا۔ اور کہا۔ ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ یہ ایک واقعہ میری ساری عمر کا ہے۔ اس واقعہ پر ۲۴ ر ۲۵ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ مگر مجھے وہ وقت نہیں بھولتا۔ جب اس نے یہ جواب دیا۔ تو حیثیت ہی بدل گئی۔ اور مجھے یوں معلوم ہونے لگا۔ کہ گویا وہ جج ہے اور مَیں مجرم ہوں۔ جو اسکے سامنے پیش ہوں۔ تو سچ ایک ایسی چیز ہے کہ اگر تم اسے اپنے اندر پیدا کرلو۔ تو

دُنیا میں عظیم الشان تغیر

پیدا کر سکتے ہو۔ مگر سچ صرف اپنے اندر پیدا کرنا کافی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ اپنی اولاد بیوی۔ بھائی بہنوں۔ ماں باپ۔ خاوند سب کے اندر سچ بولنے کی عادت پیدا کی جائے۔ اور سب کے متعلق سچ بولا جائے۔ بہت لوگ ہیں جو شاید اپنے متعلق تو سچ بول دیں۔ مگر جب سوال پیدا ہوتا ہے بیوی بچوں کا۔ ماں باپ کا۔ یا دوسرے رشتہ داروں کا تو ایچ پیچ کرنے لگتے ہیں۔ پھر یہ بھی ضروری نہیں۔ کہ تم

خواہ مخواہ سچ

بیان کرتے پھرو۔ بلکہ اُس وقت سچ بولو۔ جب وہ شخص پوچھے۔ جسے خدا تعالیٰ نے پُوچھنے کا حق دیا ہے۔ اس کے سامنے سچی بات بیان کردو۔ اگر کسی کا کوئی عیب دیکھو۔ تو سچ بولنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسے ہر جگہ بیان کرتے پھرو۔ یہ سچ نہیں بلکہ یہ غیبت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ صحابہؓ نے پُوچھا۔ کہ یا رسول اللہ کیا کسی کے متعلق سچی بات کا بیان کرنا بھی غیبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

یہی تو غیبت ہے

اگر بیان کردہ بات سچ نہ ہو۔ تو وہ تو جھوٹ ہے۔ تو سچ بولنے کے یہ معنے نہیں۔ کہ دوسروں کی کمزوریوں کو ہر جگہ بیان کرتے پھرو۔ سچ کو اپنے مخالف سے بدلہ لینے کا ذریعہ بنانا جائز نہیں۔ یہ سچ نہیں۔ بلکہ بغض اور کینہ ہے۔ اور

مُردہ بھائی کا گوشت کھانا

ہے۔ سچ بولنے کے معنے یہ ہیں کہ جب قاضی کے سامنے شہادت کا موقعہ آئے۔ تو سچی بات بیان کردو۔ اور جب پُوچھا جائے کہ فلاں واقعہ تم نے دیکھا ہے وہ کس طرح ہوُا۔ تو بغیر اس بات کا خیال کئے۔ کہ سچا واقعہ بیان کرنے سے تمہارے دوست یا بھائی یا باپ یا بیوی یا خاوند پر کوئی الزام آئیگا۔ سچی بات بیان کردو۔ اپنے کسی دوست یا عزیز کے بارہ میں

جھوٹا پروپیگنڈا

کبھی کبھی نہ کرو۔ اگر تم سچ نہیں بول سکتے تو جھوٹ بھی نہ بولو۔ اور چپ رہو۔ پس اگر قوم کے اندر سچائی قائم کرنا چاہتے ہو۔ تو اس کا طریق یہی ہے۔ کہ بغیر اس بات کا خیال کئے۔ کہ تمہارا کوئی دوست یا عزیز رشتہ دار زیر الزام آتا ہے۔ صحیح واقعہ بیان کردو اور جہاں خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ سچ بات بیان کرو وہاں

کبھی جھوٹ نہ بولو

اور یہ عہد کرلو۔ کہ جب بھی کوئی بات بیان کرنے کا موقعہ آئیگا۔ سچ بیان کروگے۔ جھوٹ کبھی نہ بولو گے۔ سچ بولنا ایسا مشکل ہوگیا ہے۔ کہ میں نے دیکھا ہے۔ بعض لوگ مجھ سے پُوچھتے ہیں کہ فلاں شخص نے وصیت کی ہے اور ہم سے اس کی تصدیق مانگی گئی ہے۔ ہم کیا تصدیق کریں وہ ڈرتے ہیں۔ کہ اگر سچی بات لکھی تو وہ شخص دشمن ہوجائیگا۔ وہ انسان کی دشمنی سے ڈرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بے شک دشمن ہوجائے اسکی پرواہ نہیں۔ جب

قوم میں سچ بولنے کی عادت

ہوجائیگی۔ تو بہت سے نقائص خود بخود دُور ہوجائینگے۔ جب ایک شخص کو معلوم ہوگا۔ کہ اگر میں نے دوسرے کو گالی دی تو میرا باپ یا میرا بھائی جو بھی موقعہ پر موجود ہے میرے خلاف گواہی دے دیگا۔ تو وہ دوسرے کو گالی دینے سے پہلے ضرور سوچ لیگا۔ کہ میں سزا سے نہیں بچ سکونگا۔ اور اس طرح

گالیاں دینے کی عادت

خود بخود ترک ہو جائے گی۔ اسی طرح کسی کو مارنے والے کو جب یہ احساس ہوگا کہ میرے اپنے عزیز اور دوست بھی میرے خلاف گواہی دیدینگے۔ تو وہ اسی صورت میں ماریگا۔ کہ جب وہ سمجھتا ہوگا کہ مجھے خود قاضی کے سامنے جاکر ماننا پڑیگا کہ میں نے مارا ہے اور اس طرح میں خود بھی مار کھاؤنگا۔ تو سچ سے

سب قومی اخلاق

درست ہوسکتے ہیں۔ پس سچ کو اپنے اندر قائم کرو۔ دُوسری چیز یہ ہے۔ کہ

ہر شخص دیانتدار ہو

اور دیانت پر قائم رہنے کا عہد کرے۔ کسی کا روپیہ کسی کے پاس امانت ہے۔ اُسے بروقت ادا کرنا بہت ادنیٰ درجہ کی دیانت ہے۔ مگر بہت لوگ کوشش کرتے ہیں۔ کہ دُوسرے کا پیسہ کھینچا جاسکے۔ مومن کو چاہیئے۔ کہ وہ اس بات کا خیال رکھے۔ کہ میرا کوئی پیسہ کسی کے پاس چلا جائے تو بیشک چلا جائے۔ کسی کا میری طرف نہ رہے۔ صحابہ کرامؓ نے اگر تھوڑے ہی عرصہ میں عظیم الشان ترقیات حاصل کیں اور دلوں کو موہ لیا۔ تو اسی لئے کہ اُن میں دیانت تھی۔ مسلمانوں نے یروشلم کو فتح کیا۔ مگر بعد میں اسے خالی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اسلامی کمانڈر نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ کہ اپنا عقب محفوظ کرنے کے لئے باربرداری کے راستہ کو چھوٹا کرنا ضروری ہے۔ اسلئے یروشلم کو چھوڑنا ضروری ہے۔ مگران لوگوں سے ہم ایک سال کا ٹیکس اس وعدہ پر وصول کرچکے ہیں۔ کہ ان کی حفاظت کرینگے۔ اب چونکہ ان کی حفاظت نہ کرسکینگے۔ اسلئے اس وصول شدہ ٹیکس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ

ٹیکس فوراً واپس کیا جائے

چنانچہ ہر شخص سے جتنا جتنا ٹیکس وصول کیا گیا تھا۔ اُسے واپس کردیا گیا۔ یہ دیانت کی ایسی اعلیٰ مثال ہے۔ کہ دُنیا کی کوئی اور حکومت اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

دُنیا کی حکومتوں کا قاعدہ

یہ ہے۔ کہ جب وہ کسی علاقہ یا شہر کو چھوڑتی ہیں۔ تو اس امر کی پرواہ نہیں کرتیں کہ سپاہی اس علاقہ کو لُوٹ لیں۔ کیا کوئی اُمید کرسکتا ہے کہ اگر انگریز ہندوستان سے چلے جائیں۔ تو ملک سے وصول شدہ مالیہ واپس کردینگے۔ ہرگز نہیں۔ سارے ملک کا تو کجا کسی ایک شہر یا گاؤں کا بھی واپس نہ کرینگے۔ مگر مسلمان جب یروشلم کے علاقہ سے ہٹے۔ تو تمام وصول شدہ ٹیکس واپس کردیا۔ اس کا اتنا اثر تھا کہ باوجودیکہ یروشلم پر جو فوج بڑھ رہی تھی وہ عیسائیوں کی تھی اور اسکے افسر یروشلم کے پادری تھے۔ جب مسلمان واپس ہو رہے تھے۔ تو

عیسائی مرد اور عورتیں اور بچے

رو رو کر دُعائیں کر رہے تھے۔ کہ خدا تم لوگوں کو واپس لائے۔ اسی طرح اگر تم بھی دیانت پر پوری طرح قائم ہو جاؤ۔ تو لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دُعائیں کرینگے۔ کہ اللہ تعالےٰ احمدیت کو یہاں لائے۔ لیکن اگر دیانت تم میں پیدا نہ ہوگی۔ تو کوئی بھی تمہارے لئے ایسی دُعا نہ کریگا۔ اور اگر بد دیانتی ہوگی۔ تو لوگ یہ دُعائیں کرینگے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو غارت کرے۔ پس

اپنے اندر دیانت پیدا کرو

لین دین میں صفائی پیدا کرو۔ نہ صرف اپنے اندر بلکہ اپنے ہمسائیوں اور رشتہ داروں کے اندر بھی دیانت پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تمہارا جو دوست بد دیانت ہو۔ اس کے پیچھے پڑ جاؤ۔ کہ وہ اس سے باز آجائے اور اسے بتادو۔ کہ تمہاری دوستی اس سے اسی صورت میں رہ سکتی ہے کہ وہ دیانتدار بنے۔ ورنہ نہیں۔ کیا کبھی کوئی شخص کسی کوڑھی سے دوستی پیدا کرتا ہے۔

اور اس کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھا سکتا ہے۔ اگر نہیں۔ تو تم

ایک بددیانت سے کسطرح دوستی رکھ سکتے ہو

پس خود بھی صفائی کے ساتھ دوسروں کے حقوق ادا کرو۔ اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں بھی یہ بات پیدا کرو۔ ورنہ تم روحانی لحاظ سے کوڑھی ہو گے۔ اور یہ چیز نہ صرف اپنے نفسوں میں بلکہ اپنے بھائیوں۔ بیٹوں۔ ماں باپ۔ خاوند۔ بیوی۔ غرضیکہ سب میں پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اگر ہر شخص اس رنگ میں

دوسروں کیلئے نگران

بنجائے تو قوم میں دیانت پیدا ہو سکتی ہے۔

تیسری چیز

عورتوں کی اصلاح

ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے الہام کے ذریعہ مجھے فرمایا ہے۔ کہ "اگر تم پچاس فیصدی عورتوں کی اصلاح کر لو۔ تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائیگی" تو عورتوں کی اصلاح بھی جماعت پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور اسکے لئے ضروری ہے کہ عورتوں کو اپنے جیسا انسان سمجھا جائے۔ ان کے حقوق پوری طرح ادا کئے جائیں۔ میں نے نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ بھی ابھی تک یہی سمجھتے ہیں کہ عورتیں بھینس اور گائیں ہیں۔ جیسا سلوک چاہا ان سے کر لیا۔ میں نے کئی بار مخلّے بالطبع ہو کر سوچا ہے اور میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے

دل و دماغ کے لحاظ سے عورت اور مرد میں کوئی فرق نہیں

رکھا۔ اور اسی طرح عورتوں کے بھی مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں۔ جیسے عورتوں پر مردوں کے۔ اور میں یقیناً کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو کتاب

عورت اور مرد کے حقوق میں فرق

کرتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں ہو سکتی۔ جس خدا نے ایک جیسے دل اور ایک جیسے دماغ دونوں کو دئیے ہیں۔ ضروری ہے کہ وہ ایک ہی جیسے حقوق بھی دے۔ دنیا میں انصاف قائم رکھنے کے لئے کسی کے ہاتھ میں

فیصلہ کی آخری کنجی

رکھ دینا اور بات ہے۔ مگر جہاں تک حقوق کا سوال ہے۔ اسلام نے مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں کیا۔ جیسا کہ فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی جیسے ہم نے عورتوں پر مردوں کے حقوق رکھے ہیں۔ ویسے ہی مردوں پر عورتوں کے حقوق ہیں۔ مگر لوگ اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ بلکہ

عورتوں پر ظلم

کرتے ہیں۔ جب چاہا طلاق دیدی۔ جب چاہا گھر سے نکال دیا۔ ایسی حالت میں یہ امید رکھنا۔ کہ عورتیں بھی دین کے لئے ویسی ہی قربانیاں کریں۔ جیسی مرد کرتے ہیں۔ بالکل غلط امید ہے۔ جب تک عورتوں میں بھی مردوں جیسا ہی جذبہ قربانی کا پیدا نہ ہو۔ فتح حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک ہم نہ صرف تعلیم سے بلکہ عمل سے بھی یہ نہ ثابت کر دیں۔ کہ خدا تعالےٰ کی کتاب میں ان کے حقوق بھی ویسے ہی محفوظ کئے گئے ہیں۔ جیسے مردوں کے

عورتوں میں قربانی کی صحیح رُوح

پیدا نہیں ہو سکتی۔ جب تک عورتیں یہ نہ سمجھیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی کتاب پر سچے دل سے ایمان نہیں لا سکتیں۔ اور اگر واقعی ایسا نہ ہو۔ تو وہ حق رکھتی ہیں۔ اس بات کا کہ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کی کتاب نہ سمجھیں۔ کیونکہ خدا کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ جب اس نے عورتوں کو بھی دل ویسے ہی دئے ہیں جیسے مردوں کو۔ جب دماغ ایک سے دئے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ ان کو حقوق بھی ویسے ہی دے۔ اگر خدا تعالیٰ نے مردوں کو یہ حق دیا ہوتا۔ کہ وہ جیسا چاہیں

عورتوں سے سلوک

کریں۔ اور ان پر حکومت کریں۔ تو وہ عورتوں کو ویسا ہی دل و دماغ نہ دیتا۔ اس نے بھینس پر ہمیں حکومت دی ہے۔ مگر بھینس کو ہمارے جیسا دل اور دماغ نہیں دیا۔ گائے۔ بکری پر حکومت دی ہے۔ مگر گائے۔ بکری کو ہمارے جیسا دل اور دماغ نہیں دیا۔ پس عورتوں کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے اُن کے حقوق دئے جائیں۔ اگر مسلمان عورتوں کو قرآن کریم کے حکم کے مطابق حقوق دیں۔ تو یہ یقینی بات ہے کہ عورتیں بھی دین کی راہ میں پورے شوق سے قربانی کریں گی۔ اگر تم ان کے حقوق ادا کرو۔ اُن کے ساتھ ویسا ہی حسن سلوک کرو۔ جیسا کہ اسلام کا حکم ہے۔ اور پھر ان سے کہدو۔ کہ اگر تم

اسلام کی راہ میں قربانی

نہ کرو گی۔ تو ہمارے ساتھ تمہارا نباہ نہ ہو سکیگا مجبوراً تمہیں طلاق دینی پڑے گی۔ تو یقینی بات ہے کہ وہ تمہارے ساتھ

قربانی کے لئے تیار

ہو جائیں گی۔ کیونکہ وہ سمجھیں گی۔ کہ جیسا حسن سلوک مسلمان کرتے ہیں۔ اور کسی قوم میں عورت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں ہوتا۔ وہ مجبور ہونگی۔ کہ

تمہارے دوش بدوش قربانی کریں

اور اپنی اولاد کو اسی طرح قربانی کا بکرا بنا دینے کے لئے تیار ہو جائینگی۔ جس طرح مرد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ محسوس کرتی ہونگی۔ کہ اگر ہماری عزت ہے۔ وقار ہے۔ تو مسلمان خاوند کی وجہ سے ہی ہے۔ ورنہ اس سے الگ ہو کر ہم گائے اور بھینس بن جائینگی۔ پس تم

عورتوں کو اُن کے حقوق ادا کرو

اور وُہ قوم اور اسلام کے حقوق [illegible]

وہ تمہارے دوش بدوش قربانی [illegible]

خوشی کے ساتھ تیار ہو جائینگی۔ جس [illegible]

سے عید کے دن بکرا قربان کیا جاتا ہے

پس خوب یاد رکھو۔ کہ

ان چیزوں کے بغیر

کامیابی کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ [illegible] ہے۔ دوسری چیز سچ ہے۔ تیسری دیانت [illegible] چوتھی عورتوں کی اصلاح۔ ان کو قومی [illegible] جزو بناؤ۔ پھر دیکھو۔ تمہارے کام کس طرح خود بخود ہوتے ہیں۔ اور کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ان کے بغیر جب

اسلام کی لڑائی لڑنے کا دن

آئیگا۔ تو وہ تمہارے لئے بہت [illegible] لائیگا۔ لیکن اگر تم ان چیزوں کو اپنے اندر پیدا کر لو۔ تو خدا تعالیٰ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ کے ساتھ اُٹھے گا۔ تم پر وار کرنے والا تم پر نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ پر وار کرنیوالا ہوگا۔ اور تم دشمن پر وار نہیں کرو گے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پر وار کرنے والا ہوگا

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لنڈن ۲۷ مئی۔ اٹلی میں پانچویں فوج انزیو کے محاذ کی اتحادی فوج سے آملی ہے۔ اسلئے انزیو کے محاذ کی تمام جرمن فوج گھر گئی ہے۔

لنڈن ۲۶ مئی۔ اٹلی کی ہٹلر لائن ٹوٹ چکی ہے۔ اور اتحادی فوجیں ۱۲ میل اسکے اندر چلی گئی ہیں۔ کینیڈین فوج نے ہٹلر لائن کے ایک اہم شہر پونٹی کارنو پر قبضہ کر لیا ہے۔

دہلی ۲۶ مئی۔ جمعیۃ العلماء کا جلسہ فیض آباد میں ہو رہا ہے۔ پولیس نے زیر دفعہ ۱۴۴ لاٹھیاں لیکر چلنے کی ممانعت کر دی ہے۔

دہلی ۲۶ مئی۔ خفیہ پولیس نے حکومت ہند کے سیکرٹریٹ کے مختلف غسل خانوں کی کانگرس بلیٹن کی کاپیاں پکڑی ہیں۔ اس معاملہ کی تحقیق کی جا رہی ہے۔

لاہور ۲۶ مئی۔ گذشتہ رات کو ۱/۲ ۱۱ بجے ستیارتھ پرکاش کے فرمے جھگڑوں میں لدے ہوئے جا رہے تھے۔ کہ ایک ہجوم نے انہیں جلانے کی کوشش کی۔

لنڈن ۲۷ مئی۔ اٹلی میں پانچویں فوج نے چسٹرنا پر قبضہ کرنے کے بعد کافی آگے بڑھ کر کوری پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور ان پہاڑیوں پر پاؤں جما لئے ہیں۔ جہاں سے روم کی سڑک صاف نظر آتی ہے۔ اب روم صرف بیس میل دُور ہے۔ مگر دشمن اتحادی فوج کو روکنے کے لئے زبردست مقابلہ کر رہا ہے۔ اور روم کے لئے آخری لڑائی ولمٹری لائن پر ہو گی۔ جو دشمن کے بچاؤ کی آخری لائن ہے۔ لیاری کی وادی سے جرمن بڑی بے ترتیبی سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ دو روز میں بمباری کر کے دشمن کی ۱۷۵۰ گاڑیاں تباہ کی گئی ہیں۔ اتحادی ہر گھنٹہ نئے دستے میدان میں لاتے جا رہے ہیں۔

لاہور ۲۶ مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ گاندھی جی کے پرائیویٹ سیکرٹری نے بذریعہ تار ہدایت کی ہے کہ پنجاب میں مسلم لیگ کے خلاف پروپیگنڈا بند کیا جائے۔ کیونکہ یہ کانگرس کیلئے مضر ہے۔